بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب کو۔ ابھی پچھلے دنوں جبلپور کے واقعات اور مسلمانوں کے ساتھ بیسیوں دوسری بے انصافیوں سے متعلق پارلیمنٹ میں جو نہایت پُرزور تقریریں کی ہیں وہ جرأتمندانہ اظہارِ حق اور بیباکانہ بیانِ مدعا کا ایسا عظیم شاہکار ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریر کی طرح جو منڈن جی کے جواب میں کی تھی پارلیمنٹ کی تاریخ میں یادگار رہیں گی۔ ایسی تقریروں کو عام پیرایۂ بیان میں "تاریخی" کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ تقریریں تاریخی نہیں بلکہ ایک نئی تاریخ کے آغاز کا دیباچہ و مقدمہ ہیں جن کا نقشِ تحریر خونِ جگر کا ممنونِ احسان ہے۔ یہ پانچ کروڑ اسلامیانِ ہند کے وہ داغہائے سینہ ہیں جو ضبط و احتیاط کا پردہ اُلٹ اور فرطِ اضطراب و بیقراری کے عالم میں الفاظ کا جامہ پہن کر جلوہ گاہِ تقریر و خطابت میں بے محابا نمایاں ہوگئے ہیں۔

اس دوسری تقریر میں مولانا نے بالکل صاف فرمایا کہ پارلیمنٹ کے اندر اور باہر ہمہ قسم کی غوغا آرائی اور واقعاتِ جبلپور کی سنگینی کے پُرزور اظہار و اعتراف کے باوجود اُن کو اس معاملہ میں حکومت کی موجودہ روش پر اطمینان اور اُس سے انصاف و دادرسی کی ایسی کوئی اُمید نہیں ہے۔ یہ اگر سچ ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حالت تو آج کوئی نئی نہیں ہے آپ پندرہ برس سے یہی حالات دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ تو کیا ایک پارٹی کے کردار، صلاحیتِ کار اور طریقِ عمل کے متعلق قطعی فیصلہ کر لینے کے لئے یہ مدت کافی نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے اور دنیا کی ترقی یافتہ جمہوریتوں میں تو یہ مُدت پانچ چھ سال سے بھی متجاوز نہیں آتی تو پھر آخر اب مسلمانوں کو کیا کرنا ہے؟ ایک صورت تو یہ ہے کہ غالب کے بقول یہ کہہ کر بیٹھ رہیں کہ:۔ شعر

کام اُس سے آپڑا ہے کہ جس کا جہان میں ۔۔۔ لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

اور اپنی روش میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کریں اور دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے موجودہ مقام کو بدلیں، حالات کا عمیق نظر سے جائزہ لیں اور ملک کی ترقی پسند طاقتوں کا ساتھ دیکر اس نظامِ کہن کو ختم کر دیں، ان دونوں میں